

بزم مملوکی

۱۸

(جناب مولانا ابو محفوظ الکریم مصطفیٰ لکچر تاریخ مدرسہ عالیہ کلکتہ)

(۲)

شاعر کی وطنی نسبت ”تو لکی“ کی بابت مؤلف نے کوئی صاف بات نہیں کہی ہے۔ تذکرہ روز روشن یا پروفیسر محمود شیرانی مرحوم کے خیال کا حوالہ دے دینا کافی ہے۔ جب کہ ان کے خیال سے مؤلف کو خود اتفاق نہیں۔ مؤلف کی تحقیق اس سے زیادہ نہیں کہ ”غالباً تو لکی صحیح ہے جو شاید دہلیم میں کوئی قصبہ ہے۔“ (ص ۲۰۳) مؤلف کو مجمع الفصحا کے بیان پر غور کرنا تھا پھر ان کو معلوم ہو جاتا کہ بلاد دہلیم میں تو لک نام کا کوئی قصبہ فرض کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ پروفیسر شیرانی مرحوم کا خیال صحیح ہے۔ تو لک غور و غریبان کے حدود میں اپنے حصار کے لئے مشہور رہا ہے۔ تاریخ سیستان میں اس کا ذکر دوبار آیا ہے (ص ۳۹۵) : در فتن ملک نیالکین بجانب گرم سیر و غور تا حد تو لک و اسفزار الخ ایضاً ص ۳۹۶ چاپ تہران ۱۳۱۴ شمسی) جہانکشاے جوینی میں ایک جگہ مذکور ہوا ہے (ج ۱ ص ۴۹ تذکار جب) اور اس کا مفصل ذکر منہاج السراج نے طبقات ناصری میں ”حدیث واقعات غور و غریبان و فیروز کوہ“ کے تحت کیا ہے خود منہاج سراج اہل تو لک کے کے ساتھ ہو کر مغلوں سے نبرد آزما ہوا تھا یہاں اس کے دو فقرے درج ہیں :

الف ”اما قلعة تولک، ملک مبارزالدین حبشی نیزہ در ازہبت سلطان محمد

خوارزمشاہ طاب ثراہ ملک تولک بود۔ و قلعة تولک حصارے است معلق با پچ کوہ پیوند

ندارد و بنیاد آن قلعه از منوچہر است“ (طبقات : ص ۳۶۱ کلکتہ)

ب ”و این کاتب کہ منہاج سراج است دریں چہار سال در غزوات با اہل

تو لک موافقت میں نمود کہ ہمہ اقربا و اخوان بودند و بغایت از دست کفار سلامت ماند

(طبقات : ص ۳۶۳ کلکتہ)

مزید تفصیل کے لئے مولف کو طبقات ناصری کے صفحات (۳۶۱ تا ۳۶۴) کی طرف رجوع کرنا چاہیئے حیرت اس پر ہے کہ مولف نے خود صاحب طبقات ناصری کے تذکرہ میں تو لک کا ذکر کئی بار کیا ہے اس کے باوجود عمید کے ذکر میں تو لک کو دایلم کا قصبہ فرض کرتے ہیں (ص ۴۱، ۴۲) عمید کا وہ قصیدہ جس کی ردیف ناخن ہے اور جس کے متعلق سطور بالا میں ظاہر کیا جا چکا ہے کہ ناصر الدین محمود بغرا خاں کی شان میں ہے اس کے حسب ذیل شعر میں ایک تصحیح کی بابت مولف کے خیال سے مجھے اختلاف ہے :

چوانکسے کہ گر خواہد بحکم نیزہ ہندی نشان در ضمیر آہن و قلب خنجر ناخن
حواشی میں مولف کی یہ تصریح ملتی ہے — ”رین کنگ نے ”قلب ہجر“ صحیح بتلایا ہے لیکن میرے خیال میں ”قلب خنجر“ ہی صحیح ہے“ — (ص ۱۹۸) راقم کے نزدیک دوسرا مصرعہ بلاشبہ اس طرح صحیح ہے :

نشان در ضمیر آہن و قلب خنجر ناخن

میرے خیال کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ منتخب التواریخ کے ایک مصحح نسخہ میں جو ۱۲۵۵ھ نو اب ضیاء الدین احمد خاں کے لئے لکھا گیا اور مکتبہ الشیائک سوسائٹی میں زیر شماره ۱۱۹ اناری محفوظ ہے۔ اس میں اسی طرح ہے۔ پھر Ram King کے ترجمہ کی مراجعت سے ظاہر ہوا کہ اس نے ”قلب ہجر“ کو اسی نسخہ کی بنیاد پر صحیح قرار دیا ہے اس نے تصحیح میں ”قلب ہجر“ نہیں بتایا ہے۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر ”قلب خنجر“ کو صحیح فرض کر لینے کی تقدیر پر ”خنجر ناخن“ بہ اضافت اور ”ضمیر آہن“ بدون اضافت پڑھنا ناگزیر ہو جاتا ہے جو صحیح نہیں اس لئے کہ پورے قصیدہ میں کہیں قافیہ کی اضافت ردیف کی طرف نہیں ملتی ہے اور اگر اس فنی سقم کا اعتبار نہ کیا جائے تب بھی ”قلب خنجر ناخن“ (بہ تابع اضافات) کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔ یہاں قطعی طور پر

”قلمب حجر“ صحیح ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر میں ”سنگ سر“ کے بجائے ”سگ سیر“ صحیح ہے۔ Ranking بھی مؤخر الذکر الفاظ کو صحیح سمجھتا ہے اور اول الذکر نسخہ میں ایسا ہی ہے۔ مؤلف نے اس اصلاح کی نسبت رین کنگ کی طرف نہیں کی ہے۔ (دیکھواننگ زیدی ترجمہ ج ۱ ص ۱۲۱ حاشیہ ۲ و ۶)

زیر بحث شاعر کے ایک اور قصیدہ کا علم مجھے ابو الحسن الحسینی فراہانی شارح قصائد انوری کے ذریعہ ہوا۔ قصیدہ تضمین اور صنعت سوال و جواب میں پچاس ابیات پر مشتمل تھا اس کے مخاطب کا نام بلکا اتابک ہے۔ مطلع اور چند اشعار جو فراہانی کے یہاں ملتے ہیں اس کے الفاظ کے ساتھ درج ذیل ہیں:

”عمید لویکی (؟) در مدح اتابک در قصیدہ مشتمل بر تضمین و صنعت سوال و جواب کہ مطلعش اینست:

چون است حال تو بمن امر دیر یار گفت
گفتم کہ ہست بے تو مرا حال زار گفت
از زبان معشوق در خطاب بخود گفت:

دی سروری کہ ہتر این روزگار دوست
گفتم کہ کیست ہتر این روزگار گفت
بلکا اتابک آنکہ سرور وری در
گفتم کہ دوست سرور و ہم نامہ ار گفت
فراہانی کی زبانی اسی قصیدہ کے دو شعر اور سن لیں:

یاد اہم ہشہ پر ہمہ کس کشتہ شادماں
گفتم کہ باد بر ہمہ کس کامگار گفت
گو اینچنین کہ باد و را جاد و اں بقا
گفتم کہ آسچناں کہ مرا آن نگار گفت

(شرح قصائد انوری: نسخہ ۱۱۵۵، البیاضک سوسائٹی زیر شمارہ ۵۵، برگ ۱۱۲ اب)

(۵) شمس دبیر حس کو بدایونی عہد ناصری کا شاعر قرار دیتے ہیں اس کا ذکر عمید تولکی سے بحث

کرتے ہوئے آچکا ہے۔ یہاں ملا صاحب کے اصل الفاظ پیش کئے جاتے ہیں کہ ذیل میں جو بحث آ رہی ہے وہ اصل عبارت کے بغیر واضع نہیں ہو سکتی:

”وا از جمعی کہ در عہد ناصری کوس شاعری نواختہ بدرجہ ملک العلامی (؟) الکلامی) رسیدہ
بودند یکے شمس الدین دبیر است کہ آثار فصائل و کمالات و از حد بیان و توصیف و تعریف
مستغنی است و میر خسرو قدس اللہ سرہ عیار اشعار خود را بر محک قبول طبع آورده بآں مباحثات
فرمودہ و در دیباچہ غزۃ الکمال و در آخر ہشت بہشت (؟) کلام خود را بذکر محامد و نشر مناقب
از زیور تمام بخشید و سلطان غیاث الدین بلبن در آخر حال ادراغی مملکت بنگالہ و کامرود
ساختہ در ملازمت پسر بزرگ (؟) خویش نصیر (؟) الدین بغرا خاں گذاشتہ بود و ایں
چند بیت از قصیدہ دوست :

ایں ہمہ کار دلم از تو بنادانی خام الخ

(منتخب التواریخ ج ۱ ص ۱۹۴)

اس عبارت کو پیش نظر رکھتے پھر ان الزامات پر غور فرمائیے جو مؤلف کی طرف سے ملا عبد القادر
بدایونی کے اسی بیان پر عائد کئے گئے ہیں۔ الزامات حسب ذیل ہیں :

الف ”بلبن کے بڑے لڑکے کا نام نصیر الدین بغرا خاں بتایا گیا ہے جو صحیح نہیں اس کا

نام محمد سلطان تھا۔“ ص ۲۶۴

ب ”ملا عبد القادر بدایونی کو دہلی کے سلطان ناصر الدین محمود اور بلبن کے لڑکے

ناصر الدین محمود (والی لکھنؤ) کا دھوکا ہوا اس لئے انہوں نے شمس دبیر کو عہد ناصری
کا شاعر بتایا ہے اور جو قصیدہ لکھنؤی کے والد ناصر الدین محمود کی شان میں کہا گیا ہے وہ دہلی
کے سلطان ناصر الدین کی طرف منسوب کر دیا۔“ (ص ۲۶۷)

پہلا الزام بادی النظر میں صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے۔ مؤلف کو معلوم
ہو گا کہ ملا عبد القادر کو بلبن کے دونوں لڑکوں کے متعلق صحیح معلومات حاصل تھے۔ چنانچہ عہد بلبنی
کی تفصیلات میں بغرا خاں کے متعلق ان کا بیان ہے : ”و سلطان آں ملک را بہ سپر خورد خویش
بغرا خاں حاکم سامانہ کہ آخر سلطان ناصر الدین خطاب یافت با چتر و دور باش دادہ تخت گاہ رسید“
(منتخب التواریخ ج ۱ ص ۱۳۰) پھر بلبن کے بڑے لڑکے کے متعلق ان کے الفاظ یہ ہیں : ”بجہت

تدارک اس فتنہ پسر بزرگ خود سلطان محمد راکہ مشہور بختان شہید و قان ملک است چتر و دربارش
 و اسباب و علامات سلطنت دادہ ولی عہد گردانیدہ "الخ (منتخب ج ۱ ص ۱۳۰) پس منتخب التواریخ
 کے مطبوعہ نسخہ میں جو غلطی ہے وہ غالباً اصل نسخوں کے نقلین کی بے احتیاطی سے پیدا ہوئی ہے
 اور اگر یہ سہو قلم ملا صاحب ہی سے سرزد ہو گیا ہو تو اس سے نفس واقعہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ
 اس قسم کی مسامحتوں کی نشاندہی سے مؤلف کا اصل مدعا ثابت ہو سکتا ہے۔

دوسرا الزام جتنا سنگین نظر آتا ہے اتنا ہی مہل ہے۔ کم از کم معتبر اصحاب قلم کو ایسی بے بنیاد
 باتیں لکھتے ہوئے مائل سے کام لینا چاہیے۔ یوں تو ملا صاحب سے سہو و فرو گذاشت کا واقع
 ہو جانا ممکناتِ عادیہ میں سے ہے لیکن جس مسامحت کی نشاندہی کی جائے اس کے متعلق غور
 کر لینا چاہیے کہ نفس الامر میں یہ مسامحت واقع بھی ہوئی یا نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ملا صاحب کے
 کسی لفظ سے یا ان کے اسلوب نگارش سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ ان کو سلطان ناصر الدین محمود
 اور بلبن کے لڑکے ناصر الدین دلی لکھنؤی کا دھوکا ہوا ہو۔ نیز بدایونی کے اصل بیان سے صراحتاً
 یا اشارۃً یہ بات بھی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتی کہ بدایونی کے خیال میں شمس دبیر کا قصیدہ ناصر الدین
 محمود لغرافاں کے بجائے سلطان ناصر الدین محمود کی شان میں تھا۔ مؤلف نے غالباً اس خیال
 سے بدایونی پر ردہ جمایا ہے تاکہ عمید تولکی کے قصیدہ کے بارہ میں ان کا نظریہ صحیح قرار پا جائے۔
 بہر حال بدایونی کی عبارت کا اگر وہ مفہوم لیا جائے جو مؤلف نے سمجھا ہے تو وہ یقیناً ایک خود ساختہ
 مفہوم ہو گا جس سے اصل عبارت قطعی طور پر بے گناہ ہے۔ بدایونی کے متعلق اس موقع پر اتنی
 بات کہی جاسکتی ہے کہ انھوں نے شمس دبیر کو عہدِ ناصری کا شاعر قرار دیا تھا تو اس عہد سے متعلق
 شاعر کی زندگی پر کچھ روشنی کا ڈالنا ضروری تھا لیکن غایتِ اختصار پسندی (دیکھو منتخب التواریخ
 ج ۱ ص ۷) کی بنا پر انھوں نے شاعر کی تقریباً پوری زندگی کا خلاصہ چند فقروں میں پیش کر دیا ہے
 جس سے طائرانہ نگاہ ڈالنے والوں کو غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔

بدایونی کی مذکورہ بالا عبارت میں جہاں امیر خسرو اور غرۃ الکمال کا حوالہ آیا ہے ہشت بہشت

کا نام بھی درج ہے اور اس پر مولف کو تعجب ہے (ص ۲۷۶) میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مطبوعہ یا بعض قلمی نسخوں میں ”در آخر ہشت بہشت“ کے جو الفاظ ملتے ہیں بہت ممکن ہے کہ بدایونی کے اصل نسخہ میں یہ الفاظ نہ ہوں اور بعد میں الحاق کر دیئے گئے ہوں۔ منتخب التواریخ کا وہ معتبر نسخہ جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے اس میں ”در آخر ہشت بہشت“ کے الفاظ نہیں ہیں (نسخہ ایشیا سوسائٹی، زیر شماره ۱۱۹ فارسی برگ ۲۷ ب) کلکتہ کا مطبوعہ نسخہ جس قدر سقیم اور ناقابل اطمینان ہے اس کا اندازہ مولف کو بھی ہوا ہو گا یہ کتاب جس نسخہ کے مطابق چھاپی گئی ہے وہ اغلاط سے پُر تھا۔ رین کنگ (Ram King) نے اپنے ترجمہ میں اول الذکر نسخہ سے بھی فائدہ اٹھایا ہے لیکن اس موقع پر اس نے اس صحیح نسخہ کا خیال نہیں کیا ہے چنانچہ ہشت بہشت کے متعلق حاشیہ میں لکھتا ہے کہ ”ہشت بہشت کے اخیر میں کسی ابو حنیفہ کی تعریف کی گئی ہے اس سے شاید شمس دبیر ہی مراد ہوگا“۔ حالانکہ ہشت بہشت کے اخیر میں جیسا کہ مولف نے واضح کیا ہے شہنا ہمرہ کی تعریف کی گئی ہے۔ (۶) اخیر میں کچھ متفرق باتیں عرض ہیں :-

عونی کی کتاب جوامع الحکایات دلوامع الریایات کے چند مآخذ کو شمار کرتے ہوئے مولف نے اپنی طرف سے تصرف کر کے بعض اسماء کو ناقابل فہم بنا دیا ہے۔ اور بعض دوسرے اسماء میں تصحیف و تحریف ہو گئی ہے وہ کتابت کی خامی ہوگی مثال کے طور پر تاریخ العباس کا صحیح نام تاریخ خلفاء بنی عباس ہے۔ عین الاخبار کے بجائے عیون الاخبار ہونا چاہیے (اس کا مصنف نجم الدین عمر النسفی بتایا گیا ہے لیکن اس نام کی مشہور کتاب ابن قتیبہ دینوری کی ہے)۔ فوائد کتب حکایتی کچھ عجیب نام ہے شاید اس کتاب کا ذکر جوامع الحکایات کے مآخذ کی فہرست میں نہیں۔ تفسیر ابن القلی کے بجائے تفسیر ابن الکلبی صحیح ہے ابن الکلبی انساب اور تفسیر کے لئے مشہور ہے۔ (ص ۵۴)

مؤید جاجرمی کے متعلق اگر مولف چاہتے تو قرآن سے کچھ بات لکھ سکتے تھے۔ برنی کی تاریخ

میں سلطان جلال الدین خلجی کے ندمار کے ضمن میں یہی نام آتا ہے (فیروز شاہی ص ۱۷۴، ۱۹۹،

۲۰۱ کلکتہ) ممکن ہے کہ اس نے طویل زندگی پائی ہو۔ اور نیل کالج میگزین بابت فردری دمی^{۱۹۵۳ء}

میں مؤید جاجرمی کے متعلق بعض مفید اطلاعات درج ہیں۔

صبح گلشن میں صاحب طبقات ناصری کی طرف دربا عیاں منسوب ہیں جو بہ قول مؤلف مولانا منہاج کی نہیں ہیں بلکہ ان کے والد بزرگوار کی بتائی جاتی ہیں (ص ۱۹۵)۔ مؤلف کسی ماخذ کا ذکر نہیں کرتے حالانکہ حوالہ دینا ضروری تھا۔ میرے علم میں عونی نے دونوں ربا عیاں صاحب طبقات ناصری کے والد کے ترجمہ میں نقل کی ہیں۔ (لباب الالباب ج ۱ ص ۲۸۴)

حضرات صوفیہ اور فقہاء علماء کا ذکر مؤلف نے جا بجا کیا ہے اسی طرح دوسرے فنون میں دست رس رکھنے والوں کے چند نام تاریخ میں محفوظہ گئے ہیں ان کا بھی ذکر کر دیا جاتا تو میرے خیال میں مؤلف کو اپنے موضوع سے بہت دور جانا نہ پڑتا اور کتاب میں کچھ فوائد کا اضافہ بھی ہو جاتا۔ مثلاً بلین کے عہد میں طب و نجوم کے بڑے ماہرین موجود تھے مولانا حمید الدین مطرز کی شخصیت فن طب اور نجوم میں بے نظیر تھی گویا اس عہد کے بقراط و جالینوس تھے۔ مولانا حسام الدین ماریکلہ کا شمار بھی طب کے ماہرین میں تھا۔ مولانا بدر الدین دمشقی کمال فن کے ساتھ زہد و اتقا میں یگانہ تھے اور ان کے کمال فن پر ضیاء برنی کافی روشنی ڈالتا ہے (فیروز شاہی: ص ۱۱۲، ایضاً ص ۳۶۲ کلکتہ)

مجھے قاضی مؤلف کے ذوق تحقیق سے قوی امید ہے کہ سطور بالا کو علمی خلوص پر محمول فرمائیں گے کہ اسی جذبہ کے ملحت میں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ کتاب مجموعی حیثیت سے اپنے موضوع پر اردو زبان میں انفرادیت کی حامل ہے۔ تمہیدی سطور میں اس کی اہمیت دکھائی جا چکی ہے اور جزوی فروگزاشتوں سے اس کی اہمیت میں فرق نہیں پڑتا۔

تصحیح

گذشتہ شمارہ میں حضرت روش صدیقی کی جو نظم ”حریم نیم شبی“ شایع ہوئی ہے اس میں کتابت کی دو غلطیاں رہ گئی ہیں ناظرین اس طرح ملاحظہ فرمائیں۔ بندۂ ۲ میں ”کم نگاہ کی جگہ“ ”کم نگاہ“ ہے اور بندۂ ۳ کے پہلے شعر کا دو ”سرمیوں“ ہے۔

”بچے ہوں جس کے خوف سے سیر شکستہ حال“